اَلصَّحِيفَةُ الصَّحِيحَةُ

صحیفہ

ہمام بن منبہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

ناشر: رشید اللہ یعقوب

مکان نمبر ۸ - زمزمہ اسٹریٹ نمبر ۳ - زمزمہ - کلفٹن
کراچی ۷۵۶۰۰ پاکستان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے شاگرد ابو عقبہ ہمام بن منبہ

ابن کامل بن شیخ الیمانی الصنعانی الانباوی کے لیے مرتب کیا ہوا

"الصحیفۃ الصحیحۃ"

موسوم بہ

صحیفہ ہمام بن منبہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ





ناشر : رشید اللہ یعقوب

مکان نمبر ۸ - زمزمہ اسٹریٹ نمبر ۳ - زمزمہ - کلفٹن

کراچی ۷۵۶۰۰ پاکستان

یہ کتاب بلا قیمت بطور ہدیہ تقسیم کی جا رہی ہے اور اس کی فروخت کی ممانعت ہے۔

طبع الاول.................. ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۳ء

جدید ایڈیشن.................. ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء

تحقیق.................. جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ مد ظلہ العالی

تعداد.................. دو ہزار

ناشر.................. رشید اللہ یعقوب مکان نمبر ۸ زمزمہ اسٹریٹ ۳ کلفٹن۔ کراچی، پوسٹ کوڈ ۷۵۶۰۰

اہتمام طباعت :.......... انٹرمیڈیا کمیونی کیشن کراچی

صَدَقَۂ جَارِیَہ

ملنے کا پتہ

رشید اللہ یعقوب

مکان نمبر ۸ - زمزمہ اسٹریٹ نمبر ۳- کلفٹن- کراچی ۷۵۶۰۰
پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

سبحان الله بحمده سبحان الله العظيم

اللهم صل على محمد كلما ذكره الذكرون وكلما غفل عن ذكره الغافلون

قرآن کریم اللہ جل جلالہ کے احکامات کا مجموعہ ہے اور حدیث نبوی قرآن پاک کی عملی تفسیر اور اسلامی قوانین کا دوسرا اہم مصدر و ماخذ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم فان تنازعتم فى شىء فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الاخر ذلك خير و احسن تاويلاً (النساء - ۵۹)	مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔ اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔

اس آیت میں اللہ جل جلالہ نے اپنی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لیے ابتداء اسلام سے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات قلمبند فرماتے تھے اور ان کی عادات و سکنات کو یاد رکھتے تھے اور اس پر عمل پیرا بھی رہتے تھے۔

الصحیفۃ الصحیحۃ موسوم بہ صحیفہ ہمام بن منبہ ۵۸ھ سے پہلے کی تالیف ہے اور تدوین حدیث اور ان کی صحت کے تعلق سے ایک اہم کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے کتنی کوشش کی اور اس بات کا مکمل اہتمام کیا کہ وہ اپنی اصل میں آئندہ نسلوں تک پہنچ جائیں۔

میں نہ عالم ہوں نہ ہی علمیت کا دعویٰ ہے اس لیے اس صحیفہ پر کچھ کہنا مجھے زیب نہیں دیتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ جناب محمد رحیم الدین صاحب کے لکھے ہوئے "حرف آغاز" اور محترم و مکرم ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے تحریر کردہ دیباچہ "حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت" کے مطالعہ سے ہی ہو سکے گا کہ محدثین کرام نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے اور اس کی تحقیق کے کتنے بہترین اصول وضع کیے اور پھر اس پر خلوص نیت سے عمل کیا۔

اس کتاب کی علم حدیث میں اہمیت کے پیش نظر مجھے خیال ہوا کہ اس کو جدید طباعت میں چھپوا کر ملک وبیرون ملک کی یونیورسٹی، کالج، اسکول، دینی مدارس اور لائبریری میں بالاہدیہ خدمت کے جذبے سے تقسیم کروا دی جائے تاکہ عوام الناس خصوصاً طالب علم علماء کرام، اہل دانش اور محقق حضرات اس سے مستفیض ہوں اور منکرین حدیث بھی اس سے رہنمائی حاصل کریں اور اپنی سوچ کی اصلاح کریں۔

یہ صحیفہ ۱۹۵۵ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا تھا۔ اس کے کچھ ایڈیشن محترم ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے علم واطلاع کے بغیر بھی شائع ہوئے۔ چونکہ یہ کاروباری نکتہ نظر سے شائع ہوئے تھے اس لیے ان کا معیار طباعت جاذب نظر نہیں تھا اور غالباً اسی لیے یہ نہایت اہم کتاب زیادہ لوگوں کے استفادہ میں نہ آسکی۔

میں نے گزشتہ سال ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب سے رابطہ قائم کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس اہم کتاب کی عمدہ طباعت کروا کے صدقہ جاریہ کے طور پر تقسیم کرنا چاہتا ہوں اگر وہ اس کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ انھوں نے از راہ عنایت اس کی طباعت واشاعت کی اجازت دیدی۔ اس اجازت نامہ کی کاپی آخری صفحہ پر شائع کی جا رہی ہے۔

یہ محض اللہ غفور رحیم کا فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے اس کام کی توفیق دی اور اس کے لیے وسائل عطا فرمائے۔ اللہ رب العزت میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب، میرے والدین، مسلمان و مومن مرد اور عورتوں پر اور مجھ پر رحم فرمائے۔ آمین

کراچی - پاکستان
۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ، 15 جولائی 1998ء

احقر العباد
رشید اللہ یعقوب

نذرانہ عقیدت

بحضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا واسطہ دے کر اللہ رب العالمین سے جو مانگا سو پایا جن کے طفیل اللہ جل جلالہ' نے اس گناہ گار کو اپنے فضل و کرم سے بے حد و حساب نوازا۔

رشید اللہ یعقوب

فہرست مضامین صحیفہ ٔ ھمام ابن منبہؒ

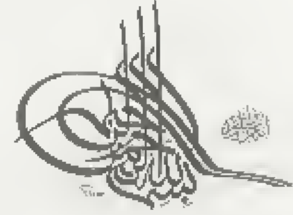
عنوان — صفحہ

پیش لفظ طبع رابع ۷
مختصر حالات زندگی جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دامت برکاتہم ۹
حرف آغاز از پرنسپل محمد رحیم الدین ایم۔اے ۱۱
پیش لفظ طبع ثالث جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دامت برکاتہم ۲۳
دیباچہ حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت ۲۵
ا۔ تمہید ۲۵
۲۔ امی عرب ۲۶
عہد اسلام میں عربوں کی تیز گام علمی ترقی ۲۸
(۱) پیغمبر اسلام کی تعلیمی سیاست ۳۱
ا۔ لکھنے پڑھنے کی عام ترویج کا انتظام ۳۴
صفّہ کی درس گاہ ۳۴
دارالقراء ...... ایک اقامتی درس گاہ ۳۴
۲۔ تعلیم بالغان کا انتظام ۳۵
معاذ ابن جبلؓ ..... ناظر تعلیمات یمن و حضر موت ۳۶
۳۔ تعلیم نسواں کا انتظام ۳۷
ام المومنین حضرت عائشہؓ ۳۷
ام المومنین حضرت حفصہؓ ۳۷
حضرت شفا بنت عبداللہ وغیرہا ۳۸
(۲) تدوین حدیث ۳۹
(الف) عہد نبوی میں سرکاری طور پر لکھی ہوئی حدیثیں ۴۰

ا۔ (الف) تحریری دستور شہری مملکت مدینہ ۴۰
(ب) مردم شماری کے ریکارڈ ۴۲
(ج) رسول اللہ کے فرامین مبارک قیصر و کسریٰ، مقوقس و نجاشی وغیرہ کے نام ۴۴
مکتوب نبوی بنام نجاشی کا عکس ۴۴
یہودیوں کے نام مراسلے ۴۶
حضرت زید بن ثابتؓ ۴۶
(د) گورنروں، قاضیوں (حاکمان عدالت) اور تحصیلداروں وغیرہ کو تحریری ہدایتیں ۴۶
مویشیوں کی زکات، زراعت اور معدنیات کے محصول کی شرحیں، تحریری شکل میں ۴۶
۲۔ کتابت کی بعض اتفاقی صورتیں ۴۸
رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک یمنی ابوشاہ نامی کو خطبہ کا تحریری شکل میں لکھ کر دیا جانا ۴۸
۳۔ عہد نبوی میں اہتمام کے ساتھ حدیث کی تدوین ۴۸
ا۔ (الف) ایک انصاری کو احادیث لکھنے کی اجازت ۴۹
(ب) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو احادیث لکھنے کی اجازت ۴۹
الصحیفۃ الصادقۃ ۵۰
(ج) حضرت ابو رافع مصری کو احادیث لکھنے کی اجازت ۵۱
(د) حضرت انسؓ کا مجموعہ احادیث ۵۲
۲۔ ایک صحابی (عمرو بن حزمؓ) کی تالیف ۵۳
(ب) عہد صحابہ میں عام تدوین حدیث ۵۴
(الف) حضرت جابر بن عبداللہؓ ۵۴
صحیفہ جابرؓ ۵۴
(ب) ام المومنین حضرت عائشہؓ ۵۵
عروہ بن زبیرؒ کا حضرت عائشہ کی احادیث کو لکھنا ۵۶

عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے ذخیرہ احادیث کا عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے قلمبند کیا جانا ۵۶
عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے احادیث کے ذخیروں کا جمع کیا جانا ۵۶
(ج) حضرت ابو بکر صدیقؓ ۵۷
حضرت ابو بکر کا ذخیرہ احادیث ۵۸
(د) حضرت عمر فاروقؓ ۵۸
(ہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۵۹
صحیفہ علیؓ ۶۱
(ہا) حضرت عبداللہ بن اوفیٰؓ ۶۳
(و) حضرت سمرہ بن جندبؓ ۶۴
رسالہ سمرہ بن جندبؓ ۶۴
(ز) حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ ۶۴
صحیفہ سعد بن عبادہؓ ۶۴
(ح) حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۶۴
(ط) حضرت عبداللہ بن عباسؓ ۶۵
حضرت عبداللہ بن عباس کی تالیفیں ۶۵
(ی) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۶۶
(یا) تالیف حضرت سعد بن ربیعؓ ۶۶
(ک) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ۶۶
حضرت معاویہؓ ۶۶
(ل) حضرت ابو بکرہؓ ۶۶
(م) حضرت ابوہریرہؓ ۶۷
الصحیفۃ الصحیحۃ ۷۰
(۴) ہمام بن منبہ ۷۳
۱۔ صحیفہ ہمام کا تحفظ ۷۵
۲۔ اسناد ۷۷

۳۔ مخطوطوں کی کیفیت ۸۵
(۱) مخطوطہ برلین ۸۵
(۲) مخطوطہ دمشق ۸۷
مخطوطہ دمشق کے آخری صفحہ کا فوٹو ۹۳
(۵) (صحیفۂ ہمام بن منبہ) (عربی متن مع اردو ترجمہ) ۹۱
(۶) اختلاف الروایات ۱۶۵
(۷) مخطوطہ دمشق اور مخطوطہ برلین کی سماعتیں (عربی متن مع اردو ترجمہ) ۱۷۳
۱۔ مخطوطہ دمشق کی سماعتیں ۱۷۵
۲۔ مخطوطہ برلین کی سماعتیں ۱۹۰
(۸) بازیاد ۱۹۲
(الف) کتابت احادیث سے متعلق مزید مواد ۱۹۲
(ب) حضرت سلمان فارسیؓ ۱۹۳
حضرت سلمان فارسیؓ کا رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قرآن مجید کی سورتوں کا فارسی میں ترجمہ کرنا ۱۹۳
(ج) عہد رسالت کے عہدہ دار جو کتابت کا کام انجام دیتے تھے ۱۹۴
(د) حضرت کعب بن مالکؓ ۱۹۶
(ہ) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ۱۹۶
(و) حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۱۹۷
(ز) حضرت عمر بن الخطابؓ ۱۹۷
حضرت فاطمہ بنت الخطابؓ ۱۹۷
حضرت سعید بن زیدؓ ۱۹۷
حضرت خباب بن الارت ۱۹۸
(۹) (ح) معمر بن راشدؒ ۲۰۲
صحیفہ معمر بن راشد ۲۰۲



پیش لفظ طبع رابع

صحیفہ ہمام بن منبہ ۱۹۵۳ء میں عربی میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ تیسری مرتبہ ۱۹۵۶ء میں حیدر آباد دکن سے طبع ہوا اس کے کئی ایڈیشن انگریزی، فرنچ اور ترکی میں شائع ہوئے۔ اور کچھ ایڈیشن بغیر علم واطلاع بھی شائع ہوئے۔ اب اس کتاب کا انگریزی جدید ایڈیشن آکسفورڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز طبع کر رہے ہیں۔

محترم رشید اللہ یعقوب صاحب اپنی طرف سے خواہش مندوں کے لئے بلاہدیہ شائع فرمارہے ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔

محمد حمید اللہ

۳/ذی قعدہ ۱۴۱۸ء



مختصر حالات زندگی جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دامت برکاتہم

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ۱۶، محرم ۱۳۲۶ھ کوچہ حبیب علی شاہ صاحبؒ فیل منڈی حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق جنوبی ہند کے مشہور عربی خاندان نوائط سے ہے جو ہندوستان کے مغربی ساحل کو اپنا وطن بنایا تھا۔ جو اپنی دینی اور علمی سرگرمیوں کی وجہ سے مشہور ومعروف ہے۔ آپ کے اجداد کے مسلک کے مطابق حمید اللہ صاحب بھی شافعی مسلک کے پیرو ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے دادا قاضی محمد صبغۃ اللہ بدرالدولہ ۱۲۱۱ھ۔ ۱۲۸۰ھ) اپنے اجداد کی طرح جید عالم دین تھے جنوبی ہند میں اردو (ہندوی) کے پہلے نثر نگار مانے جاتے ہیں۔ آپ نے بے شمار کتابیں لکھیں جن میں سیرت نبوی کی مشہور تصنیف "فوائد بدریہ" ہے جو مقبول عام ہے۔

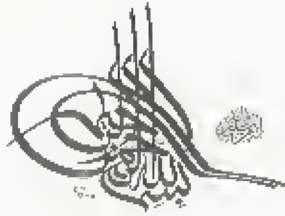
ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے والد ابو محمد خلیل اللہ صاحب ۱۲۷۴ھ۔ ۱۳۶۳ھ مددگار معتمد مال حکومت نظام حیدر آباد تھے۔ آپ نے بھی کئی کتابیں تصنیف کیں۔

ڈاکٹر صاحب کے برادر محمد صبغۃ اللہ صاحب اور محمد حبیب اللہ صاحب بھی مشہور ومعروف شخصیتیں تھیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی پھر مدرسہ دار العلوم میں داخلہ لیا۔ سال بھر جامعہ نظامیہ میں

تعلیم حاصل کی۔ انگریزی کا امتحان کامیاب کر کے جامعہ عثمانیہ میں انٹرمیڈیٹ میں داخلہ لیا۔ بی۔ اے کے بعد ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری ساتھ ساتھ حاصل کی۔ Ph.D کے لئے عثمانیہ میں داخلہ لیا لیکن یونیورسٹی کی اجازت سے جامعہ بون جرمن میں مقالہ داخل کیا اور ۱۹۳۵ء میں ڈی فل کی ڈگری حاصل کی ۱۹۳۶ء میں جامعہ سوربون فرانس سے ڈی لٹ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ یورپ سے واپسی پر جامعہ عثمانیہ میں لکچرر رہے۔ بعد میں فرانس کے (Centre National de la Recherche Scientifique) میں کام کرتے ہوئے کئی ملکوں کی جامعات میں لکچر دیتے ہوئے اپنی علمی و مذہبی تحقیقی مصروفیات کو جاری رکھا۔ تصنیف و تالیف تراجم اور تحقیق ان کا موضوع تھے۔ ۱۷۵ کتابیں اور ایک ہزار سے زائد مقالات ابتک طبع ہو چکے ہیں اور کئی مقالات غیر مطبوعہ ابھی باقی ہیں جن میں انگریزی اور جرمن تراجم قرآن بھی طباعت سے آراستہ نہیں ہوئے۔ مطبوعہ کتابوں میں سب سے معرکۃ الآراء فرانسیسی ترجمہ قرآن حکیم کا ۲۰ واں اور سیرت النبی ﷺ فرانسیسی کا پانچواں ایڈیشن زیر طبع ہے۔ ان کے علاوہ الوثائق السیاسیہ اور صحیفہ ہمام بن منبہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، قانون بین الممالک، انٹروڈکشن ٹو اسلام وغیرہ۔

یہ ساری کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر مقبول عام ہوئی ہیں۔ اور اسلام کے مختلف پہلو مغربی مفکروں اور عالم اسلام کے محققین کے لئے مشعل راہ بنے ہوئے ہیں۔

احمد عطاء اللہ



حرف آغاز

حدیث نبوی ﷺ کی نسبت جو قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں اور جو مفروضے باندھے جا رہے ہیں وہ دور جدید کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ ہمارے بعض بھائی اس سوء فہمی میں مبتلا ہیں کہ ریسرچ کا آغاز بھی ان ہی کے ساتھ اس صدی میں جنم لیا ہے اور دریافت و تحقیق کے جو طریقے علمائے سلف نے اختیار کئے تھے اور جن پر عمل آوری کے دوران میں انہوں نے اپنی عمریں یا کم از کم سال ہا سال گزار دیئے وہ حقیقی ریسرچ نہیں ہے۔

یہ صحیح ہے کہ قدماء کی تحقیق کا نام ریسرچ نہ تھا لیکن دریافت و تحقیق کا جو مکمل طریقہ انہوں نے اختیار کیا تھا وہ برائے نام ریسرچ سے بہت بالاتر و افضل تر تھا اور اس زمانہ کے عام حالات کے مد نظر جو کام ہوا اس کا موجودہ زمانہ کی سہولتوں سے مقابلہ کیا جائے تو وہ یقیناً حیرت ناک بھی تھا۔

اگر بعض یونیورسٹیوں کا موجودہ ریسرچ زیادہ تر یہی ہو کہ مختلف کتابوں سے مواد جمع کیا جا کر ایک جدید تالیف تیار کر لی جائے تو ایسا ریسرچ نہ کیا جانا ہی بہتر ہے۔ جب تک کھرے اور کھوٹے میں تمیز، بیان کرنے والے کی علمی حیثیت اور اس کا

اخلاقی معیار دریافت نہ ہو، حوالہ کا حوالہ، ماخذ کا ماخذ، سر چشمہ کا سر چشمہ معلوم نہ کیا جائے اور سلسلہ بہ سلسلہ معیار کے برقرار رکھے جانے کا اطمینان نہ کر لیا جائے تو جو مواد جمع ہو گا وہ بڑی حد تک ناقابل اعتبار ہی ہو گا۔ واقعہ یہ ہے کہ مقابلہ و تطبیق، نتائج کا اخذ کرنا اور جدید حالات کی دریافت عمل میں لانا وغیرہ ریسرچ کے اصلی مقاصد ہیں۔ لیکن جب ذاتی غرض یا قومی پروپگنڈا، شخصی مذہب یا کسی نہ کسی "ازم" کا پرچار پیش نظر رہے یا خود نمائی یا حصول زر مقصود کار ہو تو ایسی تالیف کو تحقیق کا نام دینا، اصلاً علم کی تحقیر کرنا ہے۔

میں اپنے فاضل بھائیوں کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اولاً اغیار نے اسلام کو صریحاً غلط طور پر پیش کر کے اس کی بدنامی کے درپے ہوئے اور اب جب صحیح حالات کا انکشاف ہوتا جا رہا ہے تو بیرونی وار کے بجائے اندرونی طور پر افتراق کی صورتیں پیدا کی جا رہی ہیں۔ اولاً قرآن مجید کو انسانی تحریر بتلانے کی کوشش کی گئی اور اس کے مضامین کا غلط طور پر ترجمہ کیا گیا۔ اس کے برخلاف غلط تصریحات کئے گئے لیکن اس کے باوجود جب حقیقت ظاہر ہونے لگی کہ جس صحیفہ کا ایک حرف آج تک نہیں بدلا اور جو احکام و مضامین کے اعتبار سے آج کل کے "ترقی یافتہ" قوانین سے بھی ہر طرح بالاتر ہے تو اب حدیث کی جانب توجہ منعطف ہونے لگی اور اس کے مضامین کے غلط ہونے اور اس میں تحریفات وغیرہ ہونے کا ادعا آغاز کیا گیا تاکہ ایک محاذ پر مایوسی کے بعد دوسرا محاذ کھولا جائے اور فی الجملہ مذہب اسلام کو مطعون کرنے کی سعی کی جائے، افسوس اس کا ہے کہ اس پروپگنڈے کا شکار اور ایسے الزامات کے تراشنے میں ہمارے ہی بعض حضرات پیش پیش ہیں۔

اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ اگر ملک کے ذی فہم اور قابل افراد بخاری، مسلم،

موطا وغیرہ، پر نکتہ چینی کرنے کے بجائے اپنے وقت کو اس کوشش میں صرف کریں کہ قرآنی احکامات اور جو صحیح حدیثیں ہیں ان سے موزوں حدیثیں اخذ کر کے مسائل حاضرہ کا حل دریافت کریں تو ایسے مساعی یقیناً سب کیلئے فائدہ مند اور خود ان کے لئے موجب برکت ہوں گے اور اس سے ملت کی خدمت ہو گی، دنیا کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ قرآن و حدیث کو اس زمانے کے اعتبار سے بھی کتنا بلند مقام حاصل ہے۔

سنت رسول اللہ ﷺ کی نسبت جو قیاس آرائیاں حالیہ دور میں ہو رہی ہیں وہ زیادہ تر مغربیت کی شان لی ہوئی ہیں۔ مغربیت کا کارنامہ اس صدی میں تعمیری کم اور تخریبی زیادہ رہا ہے، علم کا استعمال انسان سازی کے لئے ہونا چاہئے تھا لیکن اس کا رخ انسانیت سوزی کی جانب پھیر دیا گیا ہے۔ اچھی سے اچھی طاقتوں کو، فطرت کی توانائیوں کو، قدرت کے رازوں کو جو تھوڑا بہت سمجھ گیا ہے تو انسانی دماغ اولاً ان سے بربادی کے سامان پیدا کرنے کی طرف رجوع ہے۔ قدرت کی ایک معمولی شے ایٹم ہے۔ ہزارہا سال بعد انسان کو معلوم ہوا کہ اس کم ترین جزو مادہ میں عظیم تر توانائی بھی موجود ہے اور فوراً ہی اس کو خود اپنی تباہی کا ذریعہ بنا لیا۔ یہ ہے ریسرچ کی ستم ظریفی، ایسے ریسرچ سے تو جہالت بہتر ہے۔

انسانی وجود کے لئے توازن ضروری ہے جہاں محض مادی ترقی ہو تو وہ زیادہ تر مضر اثرات ہی کی حامل ہو گی، اور انسانی دماغ کو پستی کی جانب رجوع کرے گی۔ اگر انسان اس کا انتظام نہ کرے کہ مادہ کے ساتھ ساتھ روحانی ارتقاء بھی ہو تو انسانی ذہن کی پرورش یک طرفہ ہو گی اور جب کوئی چیز یک طرفہ ترقی پاتی ہے تو دماغی توازن برقرار نہیں رہے گا اور آخر کار مجنونانہ افعال سرزد ہونے لگیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ آج کے حقیقی سائنس داں اور محقق مثلاً البرٹ، آئنسٹائین اور

برٹرنڈرسل وغیرہ بار بار توجہ دلا رہے ہیں کہ مادہ کی ترقی جو ہوئی تھی ہوئی اب اس کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ حقیقی انسانیت واخلاق کی تعلیم وتربیت ہونی چاہئے ورنہ بربادی لازم آجائے گی۔

کسی بڑی چیز کا حاصل ہو جانا فیض خداوندی کا نتیجہ ہے لیکن اس کا سمجھنا، اس کے حقائق کو دریافت کرنا، اس کی تفصیلات اور اطلاقات سے مطلع ہونا اور عمل آوری کے طریقے معلوم کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ قدرت الٰہی پر ایمان لانا، علم کے ساتھ عمل، عمل کے لئے اس کے طریقے، موقع اور محل کی مناسبت سے علم کا اطلاق، یہ وہ ضروریات ہیں جن کے بغیر زندگی کا حقیقی مقام متعین نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن مجید صحیفہ ربانی ہے جو تمام انسانوں اور ہر زمانہ کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔ یہ ایک عام قانون ہے جو دوامی طور پر نافذ ہے لیکن ہر عام قانون کے خاص قواعد ہوتے ہیں، مجمل احکام کے نفاذ کے لئے خصوصی اشکال کا تعین کرنا لازمات میں سے ہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ موجودہ حالت میں کسی سابقہ پیغمبر کا صحیفہ اصلاً موجود نہیں ہے۔ جو بھی باقیات ہیں وہ محض قواعد یا تشریحات کی نوعیت رکھتی ہیں، ایسا ہونا ضروری بھی تھا کہ ایک صحیفہ ربانی یعنی قرآن مجید کے نازل ہوتے ہوئے سابقہ صحیفوں کا اصلاً برقرار رکھا جانا خلاف مصلحت تھا۔

ساتھ ہی ساتھ اس آخری مختتم اور مکمل صحیفہ ربانی کی تشریح اور اس کے قواعد کی تدوین بھی لازمی تھی ورنہ ہر شخص اپنی استعداد اور ہر زمانہ اپنے رنگ کے لحاظ سے ایسا عمل کرتا جن سے یک جہتی مفقود اور دنیا کا صحیح طور پر ارتقاء پانا محال ہو جاتا، اسی وجہ سے قرآنی احکام کی توضیح وتشریح لازم آئی۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے وہی عظیم ہستی موزوں ہو سکتی تھی جس کو خود خداوند تعالیٰ نے نزول قرآن کے لئے منتخب

فرمایا تھا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن پہونچانے والے کے ہر قرآنی لفظ کو تو من وعن تسلیم کر لیا جاتا ہے اور یہی ایمان کا تقاضہ ہے لیکن وہ جو اپنے آپ کو "اہل قرآن" بتلاتے ہیں اسی پہونچانے والے کی تشریح وتوضیح کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ایسا گریز یا تو اس وجہ سے ہوگا کہ معاذ اللہ اس عظیم تر ہستی پر اطمینان نہیں، یا یہ کہ جیسا عام طور پر کہا جاتا ہے یہ احتمال ہے کہ جو تشریح اس بزرگ ہستی نے فرمائی وہ ہم تک حقیقتاً من وعن نہیں پہونچی۔ لیکن ایسی بے اطمینانی کا کوئی معقول سبب بھی ہونا چاہئے۔ ذیل میں چند وجوہ بتلائے جاتے ہیں جو موجودہ زمانہ کے محققین عموماً پیش کرتے ہیں۔

(۱) اولاً یہ کہ جن بزرگوں نے حدیث کی تدوین فرمائی وہ ریسرچ کے اصول سے واقف نہ تھے اس مفروضہ پر آج کل کے چند اشخاص جو قرآن اور عربی علوم سے عام طور پر اور علم حدیث سے خاص طور پر کماحقہ واقف نہیں ہیں یہ تجویز کر رہے ہیں کہ حدیث کی تحقیق از سر نو جدید طریقوں پر کی جانی چاہئے۔

جدید طریقے کیا ہیں اور قدیم طریقے کیا تھے؟ قدیم طریقے کس طرح ناقص تھے اور جدید تجاویز کس حیثیت سے بہتر ثابت ہوں گے اولاً ان کی صراحت ہو جائے تو مناسب ہے تاکہ کوئی صحیح اندازہ کیا جاسکے۔ مناسب ہوگا کہ وہ تفصیل سے ظاہر کریں کہ

(۱) سابق میں علماء تدوین حدیث کے جن طریقوں پر شدت سے کاربند رہے وہ کیا تھے؟

(۲) قدیم طریقوں میں کیا خامیاں ہیں؟

(٣) موجودہ طریقہ کار کیا ہوگا؟

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ اصحاب صرف (ا) ہی کی تحقیق کرلیں اور علم رجال وغیرہ کی تفصیلات سے کماحقہ، واقف ہوجائیں تو خود ان پر واضح ہوجائے گا کہ تحقیق کتنی مکمل تھی۔

(٢) دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چونکہ حدیث کی تحریر و تدوین خود حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں نہیں ہوئی اس وجہ سے اس کی نسبت وثوق نہیں۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دوسری تیسری صدی ہجری میں تدوین حدیث کے کام کا آغاز ہوا۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کو اکثر و بیشتر آں حضرت ﷺ کے زمانہ ہی میں لکھ لیا گیا تھا بلکہ ایک حد تک اس کی تدوین بھی ہوچکی تھی۔

اسی اصول کے تحت خلفائے راشدین نے بھی اس خصوص میں گراں مایہ کام انجام دیا تھا گو چند وجوہ کی بناء پر انہوں نے اپنے مساعی کو ملتوی کردیا تھا۔ ایک اہم وجہ ان کے اس طرح کے عمل کی یہ تھی کہ قرآن کریم کا کام چونکہ ابھی ابھی مکمل ہوا تھا، اسی حالت میں احتمال تھا کہ لوگ خلط مبحث کریں اور کوئی نامناسب پیچیدگیاں پیدا ہوجائیں۔

بہر حال صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ سے مجتمعاً اور متفرقاً دونوں طریقوں سے حدیث کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آپ سے بعض حدیثوں کو صحابہ کا ایک بہت بڑا گروہ اخذ کرتا تھا چنانچہ اکثر عملی حدیثیں جن میں نماز، زکوٰۃ، حج، وراثت، وغیرہ کے احکام کی تشریح کی گئی ہے اسی قسم کی ہیں۔ قرآن مجید کے مطلب کو رسول اللہ کبھی صرف قول سے کبھی صرف فعل سے اور کبھی ایک ساتھ قول و فعل دونوں کے ذریعہ

سے بیان فرمایا کرتے تھے مثلاً آپ نے نماز ادا فرمائی اور فرمایا:

(صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ)

اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

آپ ﷺ نے حج ادا کیا اور فرمایا:

(خُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ)

مجھ سے اپنے حج کے مناسک سیکھو۔

اس لحاظ سے رسول کریم ﷺ کی حیثیت قرآن کے شارح کی ہے، آپ قرآن مجید کی مجمل آیتوں کی تشریح کرتے تھے، اس کی مطلق آیتوں کو مقید فرماتے تھے اور اس کی مشکل آیتوں کی تفسیر کرتے تھے اور اس حیثیت سے حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے مفہوم پر قرآن مجید نے اجمال سے یا تفصیل سے دلالت نہ کی ہو، البتہ اس دلالت کے مختلف طریقے ہیں:

(ا) عام صورت یہ ہے کہ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو واجب التعمیل قرار دیا ہے مثلاً

﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(پ ٢٨ سورہ حشر ع ١)

جو کچھ رسول تمہیں دیں لے لو اور جس بات سے تمہیں منع کریں تم اس سے باز رہو۔

نیز:

﴿قُلْ: إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾

(پ ٣ آل عمران ع ٤)

کہد دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔

نیز:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾

(ج۵سورہ نساء ع۸)

مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

اور سب سے بڑھ کر شمع رسالت کے جگمگاتے نور (سراجاً منیراً) سے فیضیاب ہونے کے لئے صرف یہی ایک ہدایت کافی ہے کہ۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(ج۲۱احزاب ع۳)

تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

قرآن مجید میں اس قسم کی آیتیں دو چار نہیں بلکہ بہ کثرت ہیں۔

(۲) ایک اور صورت یہ ہے کہ احادیث میں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وراثت، دیت، معاشی اور معاشرتی امور وغیرہ کے عملی قواعد ہیں جو قرآن مجید ہی کے احکام کی تشریح میں مدون ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ عہد رسالت کے فرامین مبارک اور سرکاری مراسلے جو محاصل زکوٰۃ وغیرہ سے متعلق ہیں نیز وہ دعوت نامے جو سرکار دوعالم ﷺ نے مختلف حکمرانوں یا قبیلے کے سرداروں کے نام روانہ فرمائے تھے وہ سب کے سب احادیث اور سیرۃ کی کتابوں اور تاریخوں میں محفوظ ہیں، منجملہ ان کے ایک دعوت نامہ کا فوٹو خود اس کتاب کی زینت بنا ہوا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں مزید دعوت ناموں کے عکس بھی دیئے جائیں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے احادیث کا ایک کتابچہ مرتب کیا تھا، اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے "الصحیفة الصادقة" کو ترتیب دیا تھا، صحیفہ جابر بن عبداللہؓ، مسند ابی ہریرۃؓ اور عمرو بن حزمؓ کے جمع کردہ فرامین رسالت، قیمتی دستاویزات کا مجموعہ ہیں جو ہمارے تاریخی ریکارڈز ہیں۔ اس سے انکار ناممکن ہے کہ اس طرح حفظ حدیث اور یادداشتوں کے تحفظ کا سلسلہ اور تدوین حدیث کا آغاز، عہد رسالت ہی میں ہو چکا تھا۔

حضرت ابو ہریرۃؓ کا درجہ حدیث کے تعلق سے ایک بلند ترین درجہ ہے، صحابہ کرامؓ میں وہ سب سے زیادہ حافظ الحدیث تھے، انہوں نے نہ صرف حدیث کو مرتب کیا، تحریر میں لایا اور محفوظ رکھا بلکہ مختلف اجزاء کا اپنے خاص شاگردوں کو املاء بھی کرادیا۔ چناچہ آپ نے اپنے شاگرد ابو عقبہ ہمام بن منبہ کے لئے ایسا ہی ایک مجموعہ "الصحیفة الصحیحة" مرتب کیا تھا۔

خوش قسمتی سے یہ مجموعہ من وعن محفوظ رہا اور اسی کی اشاعت زیر نظر کتاب ہے۔ جس کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مولوی فاضل، ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ نے ایڈٹ کیا اور اس کیساتھ ہی دیباچہ میں تاریخ و تدوین حدیث سے متعلق بیش بہا تفصیلات بھی بیان کردی ہیں۔

صحیفہ ہمام بن منبہ، یا ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی عالمانہ بین الاقوامی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں، اتنا سا اشارہ کافی ہے کہ اس قدیم ترین، انمول اور نایاب کتاب کی اشاعت نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ یہ جو عام خیال ہے کہ بروقت تدوین حدیث کا عمل نہیں ہوا صریحاً غلط ہے، معلوم نہیں مستقبل میں ایسے ہی پوشیدہ ذخائر ڈاکٹر محمد حمید اللہ جیسے پر خلوص علماء کی تحقیق سے کتنے اور برآمد ہوں۔ اس وقت یہ ایک مستند

اشاعت اس ادعا کو غلط ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ پہلی، دوسری اور تیسری صدی تک تدوین حدیث کا کام انجام ہی نہیں پایا تھا۔

ابھی حال میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے یہ خوش خبری سنائی ہے کہ انقرہ یونیورسٹی ترکی کے کتب خانہ سے ہمام بن منبہ کے شاگرد رشید، معمر بن راشد کا صحیفہ بھی انہوں نے ڈھونڈھ نکالا ہے اور اس کو ایڈیٹ کرنا شروع کر دیا ہے۔

معمر بن راشد کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل کے جلیل القدر استاد عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی الیمانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ) کے مصنف کو استنبول ترکی، یمن، حجاز، ہند اور سندھ کے مخطوطوں کی مدد سے خود ہماری مجلس مشاورت کے قابل معتمد ڈاکٹر محمد یوسف الدین ایڈیٹ کر رہے ہیں۔ مصنف عبد الرزاق، عہد رسالت اور عہد راشدہ کے آثار پر ایک طرف قدیم ترین کتاب ہے تو دوسری طرف مسند احمد بن حنبل، بخاری اور مسلم وغیرہ کے حدیثوں کا اصلی سرچشمہ ہے۔

اس کے علاوہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کی بہت سی ایسی حدیث کی کتابیں ہیں مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند حمیدی وغیرہ جو اب تک منظر عام پر نہیں آئی ہیں، ابن ابی شیبہ، عبد الرزاق بن ہمام کے قریبی زمانہ کے ایک بلند پایہ محدث گزرے ہیں اور ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ الحمیدی، امام بخاری کے اساتذہ میں سے ایک نامور استاد تھے۔ ایسے نایاب و نادر قدیم بیش بہا حدیث کے ذخیرے، دنیا کے مختلف کتب خانوں میں قلمی مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔

اسلامک پبلیکیشنز سوسائٹی کے پیش نظر یہ امر ہے کہ یکے بعد دیگرے ان انمول ذخیرہ احادیث کی طباعت کا انتظام کرے، پھر صرف حدیث ہی نہیں بلکہ سوسائٹی کی کوشش ہے کہ حدیث کے علاوہ علوم اسلامیہ کے بیش بہا خزانوں، قدیم

تفسیر کی کتابوں، اسلامی قانون، اسلامی فلسفہ اور تاریخ اسلام و جغرافیہ وغیرہ کی قدیم نایاب کتابوں کو ایڈیٹ کرائے اور ممکن ہو تو ساتھ ہی ساتھ ان کے ترجمے اور خلاصے بھی شائع کرے، اسی سلسلہ میں امام مالکؒ کی بے مثل کتاب "الموطا" کا عربی متن کے ساتھ انگریزی زبان میں ترجمہ اور شرح بحمد للہ مکمل ہو چکی ہے۔ امام مالکؒ دیار نبی ﷺ کے برگزیدہ محدث اور فقہ کے امام گزرے ہیں اور یوں موطا کا حدیث اور فقہ (اسلامی قانون) کی قدیم ترین کتابوں میں شمار ہوتا ہے جو ایک ساتھ حدیث بھی ہے اور فقہ بھی ہے۔

ملت اسلامیہ کے علمی تعاون اور سرپرستی میں انشاء اللہ ہم ان کتابوں کی اشاعت کے سلسلہ کو ممکنہ تیزی سے آگے بڑھائیں گے۔

صحیفۂ ہمام بن منبہ کی اشاعت کے سلسلہ میں مولوی محمد حبیب اللہ صاحب بی اے نائب ناظم لینڈ ریکارڈ حیدر آباد کا خاص طور پر سوسائٹی کی جانب سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ ہندی مسلمانوں میں سب سے پہلے صاحب موصوف ہی نے ابتداءً اس کے اردو ترجمہ کی جانب توجہ کی۔ عربی حصے کی طباعت کے سلسلہ میں السید حبیب عبد اللہ الیمانی صدر مصحح دائرۃ المعارف عثمانیہ یونیورسٹی اور ڈاکٹر محمد یوسف الدین کا شکریہ ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے عربی اور اردو حصہ کی طباعت اور تصحیح کے علاوہ صحیفۂ ہمام کی حدیثوں کا بخاری اور مسلم سے تخریج احادیث کا کام بھی انجام دیا ہے۔ غرض من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے تحت سوسائٹی ان سب کی بھی مشکور و ممنون ہے کہ جنہوں نے اس کی طباعت میں ہاتھ بٹایا۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد رحیم الدین۔ ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ طبع ثالث

۱۹۳۳ء میں برلین میں مجھے زیر اشاعت عربی کتاب کا ایک ناقص مخطوطہ ملا تھا، جس میں دو جگہ ایک ایک ورق ضائع ہو گیا ہے۔ میں نے اسے وہیں اپنے لئے نقل کیا اور تلاش رہی کہ اس نادر روزگار کتاب کا کوئی اور نسخہ مل جائے تو تکمیل بھی ہو اور اشاعت کی طرف توجہ بھی کی جائے۔ پورے بیس سال بعد اللہ نے یہ آرزو پوری کی۔ ولہ الحمد والمنّۃ۔

دمشق کی عربی اکاڈیمی نے اپنے موقر ماہی رسالے "مجلۃ المجمع العلمی العربی" ۱۹۵۳ء، ۱۳۷۲ھ کے چاروں نمبروں میں اولاً اسے بہ اقساط طبع کیا۔ پھر اسے بعض اصلاحوں کے ساتھ الگ کتابی صورت میں بھی شائع کیا۔ عربی میں ہونے کے باوجود ہندی مسلمانوں میں اس نے اتنی مقبولیت حاصل کی کہ یہ میرے بڑے اور محترم بھائی مولانا محمد حبیب اللہ صاحب نے شدید مصروفیتوں اور علالت کے باوجود اس کا ترجمہ فرمایا اور ہوائی ڈاک سے میری نظر ثانی کے لئے بھیجتے ہوئے اردو ایڈیشن کی خواہش کی۔ اس اثناء میں میرے پاس کچھ اور مواد بھی جمع ہو گیا اور ادھر عربی ایڈیشن بھی ختم ہو گیا۔

ان حالات میں مناسب معلوم ہوا کہ اصل عربی کتاب کا ایک نیا ایڈیشن شائع کیا جائے اور دیباچہ کو عصری بنایا جائے، چنانچہ ایک تو اصل صحیفۂ ہمام شائع کیا جارہا ہے، دوسرے نہ صرف اس کا بلکہ سابقہ عربی دیباچے کا بھی (ضروری اصلاح وترمیم کے بعد) اردو ترجمہ جو برادر محترم نے کیا ہے، شامل کیا جارہا ہے، یہ دیباچہ بتائے گا کہ حدیث نبوی کی تاریخ میں صحیفۂ ہمام کو کیا درجہ اور کیا اہمیت حاصل ہے۔

میں بہتوں کا ممنون بھی ہوں اور خوشہ چین بھی۔ خاص کر دو کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے، ایک تو جامعہ کلکتہ کے پروفیسر محمد زبیر صدیقی ہیں۔ مخطوطہ ثانی کا اصل میں انہیں نے پتہ چلایا اور پھر وفور ایثار سے اس کی اشاعت کے لئے میرے حق میں دست بردار ہوگئے۔ تدوین حدیث پر آپ کے بعض گراں قدر مقالوں سے بھی میں نے استفادہ کیا ہے۔ دوسرے استاد محترم مولانا مناظر احسن گیلانی مدفوضہ ہیں۔ یہاں آئندہ اوراق میں دیباچے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اصل میں اسی آفتاب کی ماہتاب وار ضیاپاشی ہے۔ جزاهما الله حق الجزاء۔

محمد حمید اللہ

پاریس ۔ فرانس

دیباچہ

حدیث نبوی کی تدوین وحفاظت

تمہید:

اللہ کا پیام اس کے بندوں تک بہت سے پیغمبروں نے پہنچایا مگر بد بخت انسان عموماً برادر کشی کے جذبے میں اس کو نیست ونابود کرتا رہا۔ صحف آدم وشیث ونوح تو بہت دور ہیں، "صحف ابراہیم" بھی جن کا قرآن مجید (سورہ ۸۷ آیت ۱۹) میں ذکر ہے، اب کہاں ہیں؟ اسی بدبخت انسان نے تورات موسیٰ کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ اس کے سارے نسخے تباہ کردیے، زبانی یاد سے اس کے کچھ حصوں کا اعادہ ہوا تو کچھ عرصہ بعد ایک مرتبہ اور اسے یہی مصیبت اٹھانی پڑی۔

ہمارے پاس اب تیسری مرتبہ کا نسخہ ہے[1] اور جیسا ہے اس سے سب واقف ہیں۔ تالمود، مشنا اور ہگادا، وغیرہ کے نام سے یہودی احبار نے بعد کے زمانوں میں جو چیزیں لکھیں ان کے "اصر واغلال" (قید وبند) کی شدت سے خدائے رحمان کو اپنے بندوں پر پھر ترس آیا اور حضرت عیسیٰ پیام محبت ومرحمت لے کر مبعوث ہوئے۔

(۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا عنوان "بائبل" ذیلی سرخی "اولڈ ٹسٹمنٹ"۔

انسان نے آپ کو تین چار سال بھی چین سے پرچار کا موقع نہ دیا۔ آپ وعظ ضرور کرتے رہے لیکن روپوشی کی دائمی ضرورتوں، اور امت کے اجڈپن سے اس کا موقع کہاں کہ اپنی انجیل کا املاء کراتے یا اپنے مواعظ کے قلمبند ہونے کا انتظام کرتے۔ آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں وغیرہ نے عرصہ بعد اپنی یادداشتیں مرتب کیں۔ ایسی ہر یادداشت انجیل (یعنی بشارت وخوش خبری) کے نام سے موسوم ہوئی، ان انجیلوں کی تعداد بھی کثیر ہوگئی، اور ان کے آپس کے اختلافات بھی شدید ہوگئے تو ان میں سے چار کا کسی نہ کسی طرح انتخاب کیا گیا[1]۔ یہ مستند انجیلیں قرآن سے زیادہ حدیث سے مشابہت رکھتی ہیں یعنی صحابہ اور تابعین اپنے نبی کے ملفوظات کو جمع کرتے ہیں۔ لیکن ان کی قدر وقیمت کی یہاں جانچ کا موقع نہیں ہے۔ صرف اس بات کی طرف اشارہ کافی ہوگا کہ ان انجیلوں میں کہیں عقیدہ تثلیث کا ذکر نہیں بلکہ تورات موسیٰ کی توثیق اور وحدانیت ربانی کی ہی تعلیم ہے، لیکن آج نصرانیت اور تثلیث لازم وملزوم ہوگئے ہیں۔

سنت اللہ کے مطابق پھر ایک اور قوم کا کلام ربانی کی حفاظت کے لئے انتخاب ہوا۔ یہ عرب تھے مگر کیسے؟۔

امی عرب:

سامی نسل کے چند قبیلے صحرائی اور ریتلے براعظم عرب میں رہتے تھے۔ کچھ

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا عنوان "بائبل" "ذیلی سرخی" "نیو ٹسٹمنٹ" میں بتایا گیا ہے کہ "یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ چاروں کب اور کہاں مدون کی گئیں" اسی میں بتایا گیا کہ "انجیل متی کو دوسری صدی میں مدون کیا گیا"۔

ساحلی رقبہ کو چھوڑ کر، یہ زیادہ تر خانہ بدوش لوگ تھے۔ ان کے وطن میں پانی کی کمی کیا تھی کہ وسائل تمدن ناپید تھے۔ جس زمانے میں بین الممالک تجارت محض تبادلہ اشیاء پر منحصر ہو اور عرب میں نہ تو زرعی اور نہ کوئی اور قدرتی ثروت ہو تو وہاں کے تمدن کی ترقی جتنی سست رہ سکتی ہے، وہ ظاہر ہے۔

چنانچہ علم اور تدوین علم کے سلسلے میں حروف تہجی کے استعمال کی ضرورت تھی، ان کی زبان میں اعراب کو چھوڑ دیں تو اٹھائیس آوازیں، یا حروف صحیح تھے۔ کسی زمانہ میں انہوں نے کہتے ہیں کہ حیرہ (حالیہ کوفہ۔ عراق) والوں سے لکھنا سیکھا۔[1] اور ان کے حروف تہجی کو اپنی زبان کے لئے استعمال کیا۔ یہ وہی حروف تہجی ہیں جن میں اب ہم اور عرب ہر دو اپنی زبانیں لکھتے ہیں۔ لیکن اسلام سے پہلے اس خط کی کیا حالت تھی؟ دوسری تمام کوتاہیوں کو چھوڑ بھی دیں تو محض یہ امر کہ اس میں زبر، زیر کا اعراب تو کیا حروف کے نقطے بھی نہ تھے، ابجد ہوز کے اٹھائیس حروف میں سے لفظ کے شروع میں (ب، ت، ث، ن، ی)، (ج، ح، خ)، (د، ذ)، (ر، ز)، (س، ش)، (ص، ض)، (ط، ظ)، (ع، غ)، (ف، ق) میں آپس میں کوئی فرق نہ تھا۔ اور ہر چیز محض انکل پر پڑھی جاتی تھی۔ اس پر عربی زبان کی زرخیزی واقعی روشنی طبع کیا تھی بلائے جان تھی۔ ایک معمولی مثال لیجئے؟ (قبل) اسے قِیل (ہاتھی) پڑھیں، قِیل (کہا گیا)، قبل (پہلے) قتل، (جان سے مار ڈالا) یا فتل (رسی بٹنا)؟ بعض وقت کسی جملے میں سیاق وسباق ایک سے زیادہ متبادل صورتوں کا امکان رکھتا ہے۔

دوسری مصیبت یہ تھی کہ بدویت اور روزگار کی دشواری سے اس کا موقع کہاں تھا کہ لوگ لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ کریں؟ اور توجہ کریں بھی تو کیا لکھیں، اور

(۱) تفصیل کے لئے بلاذری: فتوح البلدان ص ۴۷۱ تا ص ۴۷۲ ملاحظہ ہو۔

کیا پڑھیں، کہ علمی تحقیق و ترقی کا ملک کو نہ موقع ملا تھا، اور نہ اس کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ بڑے سے بڑے حضری مرکز، بستی اور شہر میں بھی، جہاں تاجر اپنے وصول طلب قرضوں کی یادداشت لکھتے ہوں گے، پندرہ بیس آدمیوں سے زیادہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ کچھ اندازہ ان مثالوں سے ہوگا:

تقریباً ۷ھ میں جواثا (مشرقی عرب، علاقہ الحساء) جیسے بڑے مقام پر رسول اکرم ﷺ نے ایک تبلیغی خط بھیجا تو راوی کہتے ہیں کہ سارے علاقے اور قبیلہ میں ایک شخص بھی نہ تھا جو خط کو پڑھ سکے۔ لوگ تلاش اور انتظار کرتے رہے تا آں کہ ایک بچہ ملا جس نے خط پڑھ کر سنایا۔[1] تقریباً اس زمانے یا کچھ بعد کا واقعہ ہے کہ النّمِر بن تولَب مسلمان ہوئے یہ ایک بڑے قبیلے کے سردار تھے اور اتنے بڑے شاعر کہ ان کی نظموں کا ایک دیوان تیار ہوا ہے۔ انہیں ان کے قبیلہ عکل (یمن) کا سردار مامور کر کے ایک تحریری پروانہ بارگاہ رسالت سے عطا ہوا۔ بازار میں آ کر یہ پوچھنے لگے: کیا آپ لوگوں میں کسی کو پڑھنا آتا ہے؟ یہ خط پڑھ کر مجھے سنایئے۔[2]

عہد اسلام میں عربوں کی تیز گام علمی ترقی:

اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں باشندگان عرب نے لکھنے پڑھنے اور اپنے معلومات کی تدوین کرنے کی طرف اتنی توجہ نہ کی جتنی اسلام قبول کرنے کے بعد۔ لیکن حیرت اس پر ہوتی ہے کہ ان کی امیت و جاہلیت کے اور ہر قسم کے علوم و فنون سے ان کے والہانہ اعتناء کے درمیان زمانہ اتنا مختصر ہے کہ پرانی تاریخ

(۱) میری کتاب الوثائق السیاسیہ (نمبر ۷۷) دیکھئے۔

(۲) الوثائق السیاسیہ نمبر ۲۳۳۔

عالم میں اتنی تیز علمی ترقی کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ کہتے ہیں کہ بعثت نبوی کے وقت شہر مکہ میں سولہ سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے،[1] شہر مدینہ میں تو اس سے بھی کم عرب یہ فن جانتے تھے، لیکن دوسری صدی ہجری ہی سے عربی زبان، علمی نقطہ نظر سے دنیا کی متمول ترین زبانوں میں شامل ہو گئی تھی، یہ کیسے ہوا؟

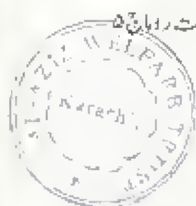
اسلامی حکومت کا آغاز ۱ھ، ۶۲۲ء میں ہوا، جب کہ پیغمبر اسلام ہجرت کر کے مدینہ جا بسے۔ مگر اس وقت وہ ایک چھوٹے سے شہر کے بھی صرف چند حصوں پر مشتمل تھی کیونکہ باقی مدینہ، یہودیوں یا تاحال اسلام نہ لائے ہوئے عربوں کے قبضے میں تھا۔ اس زمانے میں جزیرہ نمائے عرب میں سینکڑوں قبیلے کیا تھے کہ حقیقت میں سینکڑوں ہی خود مختار مملکتیں تھیں جن میں ہر ایک دوسرے سے مکمل آزاد تھی۔

۶ھ کے اواخر میں، جب مسلمانوں اور مکہ والوں میں صلح ہوئی تو اس وقت تک بھی یہ اسلامی مملکت چند سو مربع میل سے زیادہ رقبے پر مشتمل نہ ہو سکی تھی[2] لیکن اس کے بعد پانچ سال بھی نہیں گزرے تھے کہ جب ۱۱ھ میں رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو اسلامی مملکت تقریباً دس لاکھ مربع میل علاقے (پورے عرب اور جنوبی فلسطین) پر پھیل چکی تھی۔ اس پر مشکل سے پندرہ سال گزرے تھے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے (۲۶ھ) میں، ایک طرف طبری[3] کے مطابق،

(۱) تفصیل کے لئے بلاذری: فتوح البلدان ص ۴۷۲ باب "خط کی ابتداء" ملاحظہ ہو۔ مورخ بلاذری نے ان سترہ آدمیوں کے نام بھی گنوائے ہیں۔

(۲) تفصیلات اور نقشے کے لئے دیکھئے میری کتاب "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی" ص ۱۱۵ ومابعد "صلح حدیبیہ"۔

(۳) تاریخ طبری، طبع یورپ ص ۲۸۱۷ ومابعد، نیز گبن: تاریخ زوال وانحطاط سلطنت روما ج ۵ ص ۵۵۵ مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔



سارے شمالی افریقہ سے گزر کر اسلامی فوجیں اندلس میں داخل ہو چکی تھیں، تو دوسری طرف بلاذری[1] کے مطابق وہ دریائے جیحون (oxus) کو عبور کر کے ماوراء النہر یعنی چین میں گھس گئی تھیں۔ اس کی توثیق، ہمعصر چینی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔[2] جنوب میں یہ لشکر خود حضرت عمرؓ کی خلافت میں تھانہ (بمبئی یا گجرات) اور دیبل (ٹھٹھہ، قریب کراچی) تک[3] اور شمال میں آرمینیا اور اس سے بھی آگے تک پہنچ چکے تھے[4]۔

یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان عرب اپنے حریفوں سے نہ تعداد میں اور نہ ہی سازوسامان میں کوئی نسبت رکھتے تھے۔ اسی طرح بیزنطینی (رومیوں) اور ایرانیوں میں، جن سے انہیں سابقہ پڑا تھا، خود فنون حرب وقتال جس بلند درجے پر پہنچے ہوئے تھے، اس کا بیچارے بدویوں کی حالت سے مقابلہ کرنے کا سوال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ مزید برآں یہ مسلمان عرب اپنے گھروں اور خیموں سے کسی لوٹ مار یا زمانہ جاہلیت کی غارت گری کے لئے بالکل نہیں نکلے تھے۔ بلکہ صرف اس لئے کہ اللہ ہی کا بول بالا ہو (لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا)

اصل میں ان کی جبلی صلاحیتیں اور اسلامی تربیت ہی اس بات کی ذمہ دار تھیں کہ اس نتیجے تک پہنچیں۔ ان کے لئے فتوحات سیف ہوں کہ فتوحات قلم، دونوں ایک ہی چیز کے دو پہلو، اور ایک ہی باعث وداعی کے دو مظاہر تھے۔ ہمارے کرم فرماؤں کو اس کا یقین نہیں آتا۔ اگر فتوحات سیف میں خود ان کے مقبوضات ہاتھ سے نہ گئے

(۱) بلاذری: فتوح البلدان، طبع یورپ ص ۴۰۸۔
(۲) حوالوں کے لئے بارتولڈ کی انگریزی کتاب "ترکستان" ص ۶۔
(۳) بلاذری: فتوح البلدان ص ۴۲۸ باب فتوح السندھ۔
(۴) تاریخ طبری حالات ۱۹ھ۔

ہوتے تو شاید محض اسلامی تاریخوں میں اس کا ذکر دیکھ کر اس کے وجود سے بھی اسی طرح انکار کر بیٹھتے جس طرح فتوحات قلم کے متعلق ان کا رویہ ہے۔

یہاں ہمیں آغاز اسلام کی شمشیر زنی (اور جسم انسانی کے علم جراحی) اور اس کے ارتقاء سے بحث نہیں، ہم اس دور کی قلم آرائی (اور ذہن انسانی کی تربیت واصلاح) پر اکتفا کریں گے۔

پیغمبرؐ اسلام کی تعلیمی سیاست:

سب جانتے ہیں کہ پیغمبرؐ اسلام امی تھے، قرآن شہادت دیتا ہے کہ آپ کو نہ پڑھنا آتا تھا، نہ لکھنا!

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهُ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ (سورہ ۲۹ ع ۵ آیت ۴۸)

اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے سیدھے ہاتھ سے لکھتا تھا ورنہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے۔

یہ کتنا ولولہ انگیز امر ہے کہ نبی امی کو سب سے پہلے جو وحی ربانی ہوئی وہ لکھنے کی تعریف اور پڑھنے کے حکم ہی پر مشتمل تھی:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ، الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (سورہ ۹۶ آیت ۱تا۵)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے قطرے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا بزرگ وبرتر رب وہ ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو سکھایا جو وہ نہ

جانتا تھا،

یہاں "اقرأ" کے معنی پڑھنے ہی کے ہو سکتے ہیں۔ معمولی پیام پہنچانے کے نہیں۔ (جیسے محاورۂ یقرئك السلام میں ہوتے ہیں) کیونکہ سیاق عبارت میں قلم کی تعریف اور اس کے ذریعہ علم ہونے کا ذکر ہے۔ غرض نبی امی نے امت کو اللہ کا جو پہلا حکم پہنچایا۔۔۔۔ اور جس کی عمر بھر تعمیل کرائی۔۔۔۔ وہ پڑھنے اور لکھنے ہی کے متعلق تھا۔ اور آپ، جیسا کہ قرآن میں بیان ہوا ہے:

﴿فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (سورہ ۶۲ ع ۱ آیت ۲)

یعنی امیوں میں انہیں میں کے ایک رسول تھے جو ان پر اس یعنی خدا کی آیتیں تلاوت فرماتے ان کو تزکیہ نفس سکھاتے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے۔

اسی طرح آپ وقتاً فوقتاً نازل ہونے والی آیتوں اور سورتوں کے فوراً لکھانے کا انتظام فرماتے، جو تزکیہ اخلاق اور تعلیم ذہنی پر مستزاد تھا۔

مگر ہم وطنوں نے آپ کی بات کم مانی، اور آپ کو، آپ کے ساتھیوں کو، جو خدا کی راہ میں ساتھ دے رہے تھے، طرح طرح سے ستانا شروع کیا،[1] جب اذیت کا پانی

(۱) اس زمانے میں بھی چند مدینے والے مسلمان ہوئے تو وہاں ایک معلم بھیجا گیا (یعنی حضرت مصعب بن عمیر جو مقری کہلاتے تھے) تاکہ لوگوں کو قرآن، فقہ اور دینیات کی تعلیم دیں۔ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے (دیکھو سیرت ابن ہشام ص ۲۸۹ تا ص ۲۹۰)۔ اسی طرح بخاری میں ہے "براء صحابی کہتے ہیں کہ صحابہ میں اول مدینہ میں مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم آئے اور قرآن کی تعلیم دینے لگے" (بخاری، کتاب التفسیر)

سر سے اونچا ہو گیا، تو جو لوگ ہجرت کر سکتے تھے، گھر بار چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور آخر آپ ﷺ بھی ان سے جا ملے، اور وہاں امت کی سیاسی تنظیم و تشکیل شروع فرمائی۔ ہجرت کے بعد جو سورہ سب سے پہلے نازل ہوئی، وہ سورہ بقرہ ہے۔ اور اسی میں مشہور آیت مداینہ (اصول قرض دہی) بھی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ..... وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ..... وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا﴾

(قرآن سورۂ بقرہ ۲ ع ۳۸ آیت ۲۸۲)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہیں، جب تم آپس میں کوئی قرض دہی کسی معینہ مدت کیلئے کرو تو اسے لکھ لیا کرو..... اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کی شہادت حاصل کرو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں..... اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو یا بڑا اس کے وعدہ تک۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کے لئے زیادہ سیدھی اور مضبوط، اور اس بات سے زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو۔

اس آیت کے نازل ہونے سے لکھنے پڑھنے پر توجہ بڑھ ہی گئی ہو گی۔[1]

(۱) قرض دہی کے علاوہ حدیثوں میں وصیت کو بھی لکھ رکھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کسی مسلمان کو جس کے پاس وصیت کے لائق کچھ مال و دولت ہو تو یہ مناسب نہیں کہ دو راتیں اس طرح گزارے مگر یہ کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی رکھی ہو۔ (الا وَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ)" (بخاری ج ۱ کتاب الوصایا)۔

لکھنے پڑھنے کی عام ترویج کا انتظام:

مدینہ منورہ آنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ اس عمارت کے ایک حصہ میں سائبان اور چبوترہ (صُفّہ) بنایا گیا۔ یہ اولین اسلامی اقامتی جامعہ تھی۔ رات کو طلبہ اس میں سوتے، اور اساتذہ مامور کئے گئے جو دن کو انہیں وہاں لکھنے پڑھنے اور مسائل دین وغیرہ کی تعلیم دیتے، چنانچہ عبداللہ بن سعید بن العاصؓ جو خوشخط تھے، اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے۔ انہیں وہاں لکھنا سکھاتے[1]۔ اسی طرح عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ انہیں رسول اکرم ﷺ نے اس بات پر مامور کیا کہ صُفّہ میں لوگوں کو لکھنا سکھائیں اور قرآن پڑھائیں[2] مدینے میں ۲ ھ میں ایک اور اقامتی درسگاہ دار القراء کا بھی پتہ چلتا ہے[3]۔

ہجرت پر مشکل سے ایک سال گزرا تھا کہ رمضان ۲ ھ میں بدر کا معرکہ پیش

(۱) اسد الغابہ لابن الاثیر ۱۷۵/۳۔ استیعاب لابن عبدالبر جلد دوم ص ۳۹۳۔ الاصابہ لابن حجر نمبر (۱۷۶۹) ان کا نام زمانہ جاہلیت میں الحکَم تھا۔ رسول اللہ نے عبداللہ سے موسوم فرمایا۔ صفہ کی درس گاہ میں تعلیم پانے والوں کی کثیر تعداد کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک قبیلہ تمیم سے ۷۰، ۸۰ طلبہ آئے تھے، ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

کان فی وفدتمیم سبعون اوثمانون رجلاً فاسلموا ویقیموا فی المدینة مدة یتعلمون القران والدین. (قبیلہ تمیم سے ستر یا اسی اشخاص اسلام لائے اور مدینہ میں ایک مدت تک ٹھہر کر قرآن سیکھا اور دینی تعلیم حاصل کی) (استیعاب)

(۲) التراتیب الاداریہ لعبدالحی الکتانی ۴۸/۱ (بحوالہ ابوداؤد)

(۳) الکتانی ۵۶/۱۔

آیا جس میں دشمن کی تعداد مسلمانوں سے تگنی تھی[1] پھر یہ کامیاب رہے اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔ ان اسیروں سے جو برتاؤ کیا گیا اس پر آدمی سر دھننے پر مجبور ہو جاتا ہے، چنانچہ دشمن کی رہائی کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہو وہ دس دس مسلمان بچوں کو اس فن کی تعلیم دے۔[2] کیوں نہ ہو کہ "نبی الملحمة"[3] ساتھ ہی "مدینة العلم"[4] بھی تھا۔

بعض دقیقہ رس محدثوں نے اس واقعہ کا خوب عنوان باندھا ہے "مشرک کو استاد بنانے کا جواز" یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ تعلیم پھیلانے کے متعلق مستقل سیاست ہی کی پیش رفت و تکمیل تھی۔

رسول کریم ﷺ اکثر فرمایا کرتے: "بُعِثْتُ مُعَلِّمًا"[5] (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں) اسی طرح آپ بچوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اپنے پڑوسیوں سے علم سیکھیں[1]۔

(۱) مسلمانوں کے پاس تین سو سے کچھ ہی زائد سپاہ تھی، دشمن کی تعداد مؤرخوں نے ساڑھے نو سو لکھی ہے (طبری ص ۱۲۹۸، ص ۱۳۰۲، نیز ابن ہشام ص ۴۴۳) تفصیل کیلئے دیکھئے میری کتاب: عہد نبوی کے میدان جنگ، عنوان "غزوہ بدر"۔

(۲) طبقات ابن سعد، ۱/۲ ص ۱۴، سہیلی: الروض الانف جلد ۲ ص ۹۲، مسند احمد بن حنبل ۲۴۷/۱، نیز کتاب الاموال ص ۱۱۶ نمبر ۳۰۹۔ مصنف عبدالرزاق میں بھی ان کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

(۳) ابن تیمیہ، ذہبی، ماوردی، طبری وغیرہ نے اسے حدیث قرار دیا ہے۔ طبرانی کبیر میں ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں: "انا نبیُّ الملحمة، انا مدینةُ العلم. مستدرک حاکم، طبرانی کبیر، اس کے راوی ہیں، جامع صغیر ج ۱ ص ۲۶۹۔

(۴) چاہے یہ الفاظ حدیث میں ثابت نہ ہوئے ہوں، مفہوم کی صحت پر کسی کو اعتراض نہیں۔

(۵) سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء، ابن عبدالبر، مختصر بیان العلم ص ۱۵ نیز مشکوٰۃ، کتاب العلم بحوالہ دارمی۔

اور اپنے پڑوس کی مسجد میں سبق پڑھا کریں۔[۲] مورخ بلاذری نے ذکر کیا ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں نو مسجدیں تھیں۔[۳] پنج وقتہ نمازیں لوگ وہیں پڑھتے لیکن نماز جمعہ کے لئے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں جمع ہو جاتے۔ مورخ بیان کرتے ہیں کہ اہل جواثانے (جو بحرین یعنے موجودہ الحسا میں ہے) ایک مسجد تعمیر کی جو مدینہ کی مسجد کے بعد پہلی جامع مسجد تھی۔ اصل میں آں حضرت ﷺ نے انہیں لکھ بھیجا تھا کہ "فلاں فلاں جگہ مسجد بناؤ۔۔۔۔اور ایک روایت میں : مسجد بناؤ اور فلاں فلاں کام کرو۔۔۔۔۔ ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا۔[۴] یقیناً یہاں بھی درس و تدریس کا انتظام ہوا ہوگا۔

اسی طرح جب عمرو بن حزمؓ کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا گیا تو انہیں فرائض منصبی کے متعلق ایک تحریری ہدایت نامہ دیا گیا، اس میں انتظامی امور کے علاوہ تعلیم کی اشاعت کے بھی احکام ہیں۔[۵]

مورخ طبری نے ۱۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو ناظر تعلیمات بنا کر یمن بھیجا، جہاں وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ

(۱) الکتانی: التراتیب الاداریہ ج ۱ ص ۴۱ بحوالہ اصابہ، ابن الخزاعی۔

(۲) ابن عبدالبر: مختصر، بیان العلم ص ۴۱۔

(۳) بلاذری: انساب الاشراف (مخطوط قاہرہ) ج ۱ ص ۴۲۰۔

(۴) پورا متن میری کتاب: الوثائق السیاسیہ میں نمبر (۷۷) بحوالہ بخاری، ابن طولون، یاقوت وغیرہ دیکھئے۔

(۵) الوثائق السیاسیہ نمبر (۱۰۵) بحوالہ ابن ہشام، طبری وغیرہ۔ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: استعمل رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عَمرو بن حزم علی اھل نجران وَھُوَ ابن سبع عشرۃ سنۃ لیتفقھم فی الدین ویعلم القرآن (رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو اہل نجران پر گورنر بنا کر بھیجا۔۔۔۔اور وہ سترہ سال کے تھے۔۔۔۔ کہ قرآن پڑھائیں اور دینی تعلیم دیں۔ (ابن عبدالبر: الاستعاب)

کیا کرتے اور مدارس کی نگرانی و انتظام کرتے۔[۱]

مرد ہی نہیں، عورتیں بھی اس تعلیمی سیاست کا موضوع تھیں، آں حضرت ﷺ نے ہفتہ میں ایک دن عورتوں کی تعلیم و تذکیر کے لئے مخصوص فرما رکھا تھا۔[۲] موطا کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور ام المومنین حضرت حفصہؓ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔[۳] نیز ابوداؤد[۴] و عبدالرزاق[۵] کی حدیث ہے

(۱) تاریخ طبری (طبع یورپ) سلسلہ اول ص ۱۸۵۲ تا ص ۱۸۵۳ و ص ۱۹۸۱، مورخ ابن خلدون بھی لکھتے ہیں: "بَعَثَ النبی ﷺ معاذ بن جبل مُعَلِّمًا لا ھل الیمن و حضر موت۔" (رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن والوں اور حضر موت کا معلم بنا کر روانہ فرمایا۔)

قارہ اور عضل نامی دو قبیلے مشرف بہ اسلام ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے چھ مدرس مقرر فرمائے۔

قد بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ الی عضل وقارۃ مرثد بن ابی مرثد، عاصم بن ثابت، حبیب بن عدی، خالد بن البکیر، زید بن دثنۃ، عبد اللّٰہ بن طارق، لیتفقھو ھم فی الدین ویعلموھم القرآن وشرائع الاسلام۔۔۔۔

(ابن عبدالبر: الاستعاب)

رسول اللہ ﷺ نے عضل اور قارہ قبیلہ کے لئے مرثد بن ابی مرثد، عاصم بن ثابت، حبیب بن عدی، خالد بن بکیر زید بن وثنہ عبداللہ بن طارق کو روانہ فرمایا تھا کہ یہ قرآن پڑھائیں، دینی تعلیم اور شریعت اسلامیہ کا درس دیں۔۔۔۔

(۲) بخاری ج ۱، کتاب العلم، باب: ھل یُجعَلُ لِلنِّسَاءِ عَلٰی حِدَۃٍ فی العلم۔

(۳) موطا امام مالکؒ میں زید بن اسلم سے روایت ہے کہ "ام المومنین حضرت عائشہؓ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابو یونس کو حکم دیا کہ ان کیلئے ایک مصحف لکھ دیں" نیز عمرو بن رافع کہتے ہیں کہ "میں ام المومنین حضرت حفصہؓ کے لئے مصحف لکھا کرتا تھا۔۔۔۔" امام مالک: موطا، کتاب الصلواۃ، الصلواۃ الوسطیٰ۔

(۴) سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب الرقی نیز بلاذری: فتوح البلدان ص ۴۷۳۔

(۵) مصنف عبدالرزاق ج ۴ کتاب الجامع باب الرقء۔

کہ ام المومنین حفصہؓ نے آں حضرت ﷺ کے علم واجازت سے اپنی ایک رشتہ دار خاتون شفا بنت عبداللہ سے (جو خوب پڑھی لکھی تھی)، لکھنا سیکھا تھا۔ یہاں اس پہلو کو طول دینے کی ضرورت نہیں، سوائے اس کے کہ زنانہ تعلیم پر اس توجہ کا ہی نتیجہ تھا کہ بعد کے زمانے میں عورتیں مختلف علمی میدانوں میں مردوں کے ساتھ مسابقت کرنے لگیں، چنانچہ زیر اشاعت صحیفۂ ہمام کے مخطوطۂ دمشق کے سماعات میں (جو آگے اپنی جگہ درج ہیں)، ایک معلّمہ کا بھی تذکرہ ہے یعنی ام الفضل کریمہ بنت ابی الفراس نجم الدین القرشیہ الزبیریہ، جس نے اپنے گھر میں ایک مدرسہ حدیث کھول رکھا تھا۔ اسی طرح ابو عبید قاسم بن سلام (۱۵۴ھ تا ۲۲۴ھ) کی کتاب الاموال، جو مالیہ حکومت (فینانس) کے دقیق مسائل پر مشتمل ہے، بسم اللہ کے بعد ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے (یہ کتاب اب مصر میں چھپ گئی ہے):

> قُرِی علی الشیخة الصالحة الکاتبة، فخر النساء شُهدة بنت ابی نَصْرٍاحمد بن الفَرَج بن عُمَر الابری الدِینَوَرِی بمنزِلِها ببَغْدَادَ.
>
> نکوکار وخوش نویس پروفیسر فخر النساء شہدۃ کو (جو سوزن ساز یعنی سوئی بنانے والے ابو نصر احمد بن الفرج بن عمر دینوری کی دختر ہیں) بغداد میں ان کے گھر پر سنا کر سند حاصل کی گئی۔

اسلام کی ابتدائی صدیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے ہوں تو حدیث یا رجال کی کتابیں دیکھ لی جائیں جن میں راویوں کے ناموں میں عہد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی خادمات علم کے نام کثرت سے مل جائیں گے۔

تدوین حدیث:

تعلیم کے بارے میں آں حضرت ﷺ کی عام سیاست کے جو اثرات پیدا ہوئے، یہ ان میں سے کے چند نمونے اور مثالیں ہیں لیکن ہمیں تدوین حدیث کے مسئلے سے ہی یہاں خاص بحث ہے۔ حدیث یعنی حدیث نبوی میں رسول اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات (یعنی کسی صحابی کو کچھ کرتے دیکھ کر اسے روا اور برقرار رکھنا) تینوں شامل ہیں۔ انہیں کا تذکرہ حدیث کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کتابوں کی تالیف کا آغاز کب ہوا؟ اور موجودہ مروجہ کتابوں پر کوئی غیر جانبدار شخص کس حد تک اعتماد کر سکتا ہے؟ واضح رہے کہ زیر اشاعت صحیفۂ ہمام بھی حدیث ہی کی ایک تالیف ہے۔

بدیہی طور پر یہ ایک محال بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ کہا، کیا، یا اوروں میں روا رکھا، یہ سب کا سب لکھا اور مدوّن کیا گیا ہو۔ یہ انسانوں کا نہیں فرشتوں کا کام ہے۔: ”کِرَاماً کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْن. (سورۃ ۸۲، آیت ۱۱) (یعنی تم جو کچھ کرتے ہو، اسے شریف، لکھنے والے فرشتے خوب جانتے ہیں) اسی طرح یہ بدگمانی بھی بے بنیاد ہے کہ عہد نبوی میں کچھ لکھا ہی نہیں گیا کیونکہ واقعات اس کے خلاف ہیں جیسا کہ آگے نظر آئے گا۔ بہر حال اسی امی امت نے اپنے نبی کی جو حدیثیں اپنی آنکھ دیکھی اور کان سنی باتوں کی بناء پر لکھی ہیں وہ اس سے کہیں بڑھا چڑھا ہے جو دوسری امتوں نے اپنے انبیاء کے متعلق بروقت لکھا ہو۔ بالکل اسی طرح جس طرح یہ امی امت دوسروں پر اپنے آغاز کار ہی میں فتوحات ملکی اور دور دراز براعظموں میں دین کی نشر واشاعت کے بارے میں بھی غیر معمولی فوقیت رکھتی ہے۔

لیکن نہ محض خوش اعتقادی کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حرج کہ کسی

جویائے حق کی طرح آغاز شک اور "معلوم نہیں" سے کریں اور سوائے ایسی چیز کے جس سے انکار کی مجال نہ رہے کسی بات کو نہ مانیں۔

ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ اس زمانے میں غریب عربی خط کا کیا حال تھا اور عربوں میں لکھنا پڑھنا جاننے والوں کی تعداد کتنی تھی۔ جب "سیکھو اور سکھاؤ" کا حکم نبی کریم ﷺ نے اپنے پیروؤں کو دیا تو ان امیوں لیکن مخلص و مستعد فداکاروں کے لئے یہ چیلنج تھا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ وہ اس سے کس طرح عہدہ برا ہوئے۔

عہد نبوی میں سرکاری طور پر لکھی ہوئی حدیثیں:

(الف) جب مکی مسلمان مدینہ ہجرت کر گئے تو انہوں نے وہاں ایک حکومت اور شہری مملکت کی بنیاد بھی رکھی۔ رسول اکرم ﷺ نے وہاں کے سب باشندوں یعنی مہاجرین، انصار، یہود، تاحال اسلام نہ لائے ہوئے عربوں وغیرہ سے مشورہ کیا اور ایک دستور مملکت نافذ فرمایا۔ یہ تاریخ عالم میں سب سے پہلا "تحریری دستور مملکت"[1] ہے۔ اس میں حاکم و محکوم دونوں کے حقوق وواجبات کی تفصیل ہے اور ابتداء یوں ہوئی ہے: "پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ ایک تحریر ہے جو قریش اور یثرب کے مومنوں اور مسلمانوں اور ان لوگوں کے درمیان (مؤثر) ہے جو ان (مسلمانوں) کے تابع ہوں، ان سے آملیں اور جنگ میں ان کے ساتھ حصہ لیں، یہ حقیت میں (دنیا کے) سارے لوگوں سے علیحدہ ایک مستقل امت ہیں..... وغیرہ"

(۱) متن کے لئے الوثائق السیاسیہ نمبر (۱) بحوالہ ابن ہشام، ابو عبید و ابن سید الناس وغیرہ اور تفصیلی بحث کے لئے اردو میں میری تالیف "عہد نبوی کا نظام حکمرانی" باب سوم، عربی میں روئیداد موتمر دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۹۳۵ء اور انگریزی میں اسلامک ریویو (واکنگ) اگست تا نومبر ۱۹۳۱ء۔

یہاں "یہ ایک تحریر ہے" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ضرور ہے کہ یہ کوئی لکھی ہوئی تحریری چیز ہو[1]۔ باون دفعات کے اس دستور میں نفس متن میں پانچ مرتبہ "اهل هذه الصحيفه" (اس دستاویز والوں) کے الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ "یہ تحریر (کتاب) کسی ظالم یا گناہ گار کے برخلاف حائل نہ ہوگی۔" یہ بھی کہا ہے کہ "یثرب کا میدان (جوف) اس صحیفے والوں کے حق میں ایک حرم ہے" اگرچہ نفس دستور میں اس یثربی حرم یعنی شہری مملکت کے حدود کی تفصیل نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ذیلی قواعد کے طور پر اس کو بھی تحریری طور پر منضبط کیا گیا تھا چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند[2] میں روایت کی ہے۔

> عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ..... فَإِنَّ الْمَدِيْنَةَ حَرَمٌ حَرَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدَنَا فِيْ أَدِيْمٍ خَوْلَانِيٍّ.
>
> رافع بن خدیج سے مروی ہے..... کہ مدینہ ایک حرم ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے اور یہ ہمارے پاس ایک خولانی چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔

جہاں سیاسی نقطۂ نظر سے حدود مملکت اور رقبۂ سلطنت کا تعین ضروری خیال کیا گیا، وہیں عملی نقطہ نگاہ سے سرحد اندازی بھی لازم تھی چنانچہ مطری نے اپنی تاریخ مدینہ (ماأنستِ الْهُجْرَةِ مِنْ مَعَالِمِ دارالهجرة) میں تصریح کی ہے[3] کہ "کعب بن

(۱) محدث عبدالرزاق نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وسلم قال في الكتاب الذي كتبه بين قريش والانصار (مصنف عبدالرزاق، کتاب العقول)

(۲) مسند احمد بن حنبل۔ جلد چہارم ص ۱۴۱، حدیث نمبر (۱۰)

(۳) مخطوطہ شیخ الاسلام، عارف حکمت بے، مدینہ منورہ، باب تحریم المدینہ۔

مالک کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا کہ مخیص، خُفیا، ذُو العَشِیرہ اور نیم (کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر علامت سرحد کے منارے تعمیر کروں"

(ب) اسی طرح ہجرت کے ابتدائی زمانے میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے آں حضرت نے فرمایا:

اُكْتُبُوْا لِي مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ.

مجھے ان لوگوں کے نام لکھ دو جو اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔

فَكَتَبْنَا لَهُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ.[۱]

اس پر ہم نے آپ کے لئے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھ دیئے۔

اس میں مرد، عورت، بچے اور بڑے سب شامل معلوم ہوتے ہیں، یہ مردم شماری تحریری طور سے ہونا بیان کی گئی ہے۔ تعداد سے گمان ہوتا ہے کہ یہ ۱ھ کا واقعہ ہوگا۔

(ج) سرکاری دستاویزوں اور معاہدوں، پروانوں کا آغاز ہجرت سے بھی پہلے ہو چکا ہونا نظر آتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں[۲] کہ تمیم داری کو ہجرت سے پہلے بھی فلسطین کا شہر حبرون ایک پروانے کے ذریعے سے یہ کہہ کر جاگیر میں دیا گیا کہ جب یہ شہر خدا کی عنایت سے فتح ہو، تو وہ تمہارا ہے، اسی طرح خود سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک مدلجی کو

(۱) بخاری کتاب الجہاد والسیر، باب کتابۃ الامام للناس (کتاب ۵۶، باب ۱۸۱، حدیث نمبر ۱)

(۲) الوثائق السیاسیہ نمبر (۴۳) بحوالہ حلبی، مقریزی، قسطلانی وغیرہ۔

ایک پروانہ امن لکھ کر دیا گیا تھا۔[۱] ان سے قطع نظر کریں تو ایسا نظر آتا ہے کہ ۱ھ میں قبیلہ جہینہ سے حلیفی اور دوستی کا معاہدہ ہو گیا تھا اگرچہ اس کا متن نہیں ملتا، چنانچہ سیف یعنی ساحل بحر (ینبع) کی سمت سے حضرت حمزہؓ کی جو مہم بھیجی گئی اس کے ذکر میں ابن ہشام[۲] وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ "مجدی بن عمرو الجہنی مسلمانوں اور قریشی کارواں کے مابین آڑے آ گیا اور یہ دونوں فریقوں کا حلیف (مداد ع) تھا" البتہ صفر ۲ھ کا معاہدہ محفوظ ہے یہ بنی ضمرہ سے ہوا تھا۔ سہیلی[۳] نے اس کا متن یوں نقل کیا ہے: "یہ ایک تحریر ہے محمد رسول اللہ کی بنی ضمرہ کیلئے....."
اس طرح کے معاہدوں کا سلسلہ آں حضرت ﷺ کی زندگی بھر جاری رہا۔ بعض عجیب چیزیں بھی پیش آئیں۔

۵ھ میں خندق کے زمانے میں بنی فزارہ اور غطفان سے ایک توثیق طلب یا مسودہ معاہدہ (مراوضہ)[۴] ہوا تھا اور بعد میں میٹ دیا گیا۔

(۱) ایضاً نمبر (۲) بحوالہ ابن ہشام وغیرہ۔

رسول اللہ نے بلال بن حارث المزنی کو قبیلہ کی معدنوں کا ٹھیکہ دیا تھا اس کی پوری سند کا جو متن رسول اللہ نے انہیں تحریر میں لکھ دیا تھا وہ ابوداؤد کتاب القطائع میں موجود ہے۔ نیز موطا کتاب الزکوۃ نیز کتاب الاموال میں بھی تذکرہ ہے۔ ابو عبید قاسم بن سلام اور مورخ بلاذری کا بیان ہے کہ "بلال بن حارث کی اولاد نے ایک جریدہ میں رسول اللہ کا فرمان پیش کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس فرمان مبارک کو چوما اور آنکھوں سے لگایا" ابو عبید: کتاب الاموال ص ۳۳۹ نمبر ۸۶۶ نیز بلاذری: فتوح البلدان ص ۱۳۔

(۲) سیرۃ رسول اللہ لابن ہشام (طبع یورپ) ص ۴۱۹۔

(۳) الروض الانف ۵۸/۲ تا ۵۹ نیز الوثائق السیاسیہ نمبر (۱۳۹) بحوالہ ابن سعد وغیرہ۔

(۴) الوثائق السیاسیہ نمبر (۸) بحوالہ ابن ہشام وطبری۔

سنہ ۶ھ کے صلح نامہ حدیبیہ کے الفاظ پر جھگڑا مشہور ہے جس پر آں حضرت ﷺ نے آخر حکم دیا تھا کہ بعض لکھے ہوئے الفاظ میٹ دیے جائیں (۱)۔

سنہ ۹ھ کے غزوہ تبوک کے متعلق مورخ لکھتے ہیں کہ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل کے حکمراں اُکیدر بن عبد الملك بن عبد الجنّ الْجیری نے جب اطاعت کا معاہدہ (۲) کیا تو آں حضرت نے دستاویز پر "اپنے ناخن سے مہر فرمائی" (خَتَمَهٗ بظفره (۳)) یہ اصل میں اکیدر کے وطن حیرہ والوں کا قدیم رواج تھا کہ معاہدوں پر انگوٹھے کا نہیں بلکہ ناخن کا نشان لیتے تھے اور اس سے ہلال کی شکل کی ایک لکیر پڑ جاتی تھی، چنانچہ آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں پختہ اینٹوں پر کندہ کیے ہوئے زمانہ قبل مسیح کے جو معاہدے نکلے ہیں، ان پر نہ صرف ایسی علامتیں موجود ہیں بلکہ یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ "بغرض توثیق ناخن کا نشان ثبت کیا (۴)"۔

(د) آں حضرت ﷺ نے قیصر و کسریٰ، مقوقس و نجاشی وغیرہ حکمرانوں کو

(۱) سیرۃ ابن ہشام ص ۷۴۷۔

(۲) متن کیلئے الوثائق السیاسیہ نمبر (۱۹۰) نیز ابو عبید قاسم بن سلام: کتاب الاموال ص ۱۹۵ نیز ص ۵۰۸، ابو عبید قاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۴ھ) لکھتے ہیں کہ "خود میں نے اس تحریر کو پڑھا اور وہ ایک سفید چمڑے پر لکھا ہوا تھا اور میں نے حرف بہ حرف اس کی نقل لے لی۔"

(۳) طبقات ابن سعد جلد دوم حصہ اول ص ۱۲۰، نیز تراتیب کتانی ۱/۱۷۹ بحوالہ اصابہ لابن حجر و وہب بن اکیدر نیز اکیدر بن عبد الملک۔

(۴)

Oluf Krueckman, Neue babylonische Recht und verwaltungstexte text 87, tafel 38, chedwards, the hammurabi code, p.11; Missner, Babylonien und Assyrien, 1,179.

تبلیغی خط بھیجے تھے ان میں سے قیصر کا موسومہ اصل خط حال حال تک موجود تھا۔ (۱) مقوقس، نجاشی اور المنذر بن ساویٰ کے خطوط کی اصلیں موجود و معروف ہیں۔ (۲) ابن عساکر نے اپنی "تاریخ دمشق" میں لکھا ہے (۳) کہ ابو العباس عبد اللہ بن محمد نے شہر ایلہ والوں سے ان کا معاہدہ نبوی تین سو اشرفی میں خرید کیا۔ کسریٰ کے متعلق مروی ہے کہ اس نے نامہ مبارک کو پوری طرح سنے بغیر چاک کر دیا تھا (۴) یہ سب بھی تحریری ہی چیزیں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے کاتب "زید بن ثابتؓ نے رسالت مآب ﷺ کے حکم

(۱) میری تالیف "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی" میں باب "مکتوب نبوی بنام قیصر روم"۔

(۲) ایضاً باب "مکتوبات نبوی کے دو اصول"۔

(۳) ابن عساکر: تاریخ دمشق طبع جدید (شائع کردہ صلاح الدین المنجد) جلد اول ص ۳۰۲۔

(۴) صحیح بخاری کتاب العلم باب ما یذکر فی المناولۃ نیز تاریخ طبری ۶ھ کے واقعات ص ۱۵۷۲ مطبوعہ لیڈن ہالینڈ بخاری کتاب الجہاد میں عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے ایک نامہ مبارک (عبد اللہ بن حذافہ کو دے کر) کسریٰ (شاہ ایران) کے پاس بھجوایا۔ (بَعَثَ بكتابه الى كسرى) آپ نے (عبد اللہ بن حذافہ کو) حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے حاکم (منذر بن ساویٰ) کو دینا وہ کسریٰ کو پہنچا دے گا۔ (منذر نے ایسا ہی کیا) کسریٰ نے وہ خط پڑھ کر پھاڑ ڈالا۔"

اسی بخاری کتاب الجہاد میں عبد اللہ بن عباس ہی بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے قیصر (روم) کو دعوت اسلام کا ایک خط لکھ کر دحیہ کلبی کے ہاتھ بھیجا (كتب الى قيصر يدعوه الى الاسلام وبعث بكتابه اليه مع دحية الكلبي) اور دحیہ کلبی سے فرمایا یہ مکتوب بصریٰ کے حاکم (حارث بن ابی شمر) کو پہنچا دینا وہ قیصر کو پہنچا دے گا۔"

بخاری کتاب العلم میں ایک اور واقعہ کا تذکرہ ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فوج کے ایک سردار کو ایک مکتوب لکھ دیا (كتب لامير السرية كتابا) اور فرمایا کہ اس کو کھول کر پڑھنا نہیں جب تک تو فلاں مقام پر نہ پہنچ جائے۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا تو اس نے لوگوں کو وہ مکتوب پڑھ کر سنایا اور آں حضرت ﷺ کا حکم ان کو بتلایا۔" (بخاری ج ۱ کتاب العلم)

سے یہودیوں کی زبان اور تحریر سیکھی تھی[1]۔ مورخ طبری کے علاوہ محدث ابوداؤد اور امام بخاری لکھتے ہیں کہ "زید بن ثابتؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے یہودیوں کی کتابت سیکھی تھی اور رسالت مآب ﷺ جو مراسلے ان کو لکھتے یا جو مراسلے وہ لکھتے زیدؓ بن ثابت ان کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے[2]۔"

(ھ) انتظامی ضرورتوں سے اکثر موقع پیش آتا رہتا تھا کہ آں حضرت ﷺ جزیرہ نمائے عرب کے اطراف واکناف میں اپنے ہر جگہ کے گورنروں، قاضیوں، تحصیلداروں، وغیرہ کو وقتاً فوقتاً اپنی ہدایتیں بھیجیں، یا پیچیدہ گتھیوں میں یہ افسر کچھ دریافت یا استصواب کریں تو اس کا جواب بھیجیں۔ اس کا پھر متواتر ذکر ملتا ہے کہ اواخر حیات میں آں حضرت نے زکوۃ یعنی زراعت، ریوڑوں، معدنیات، وغیرہ، میں حکومت کو واجب الطلب محصول کی شرحیں تحریر کروائیں لیکن اضلاع وغیرہ میں بھیجنے سے قبل آپ کا انتقال ہو گیا اور یہ کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ خلفاء نے اس پر عمل کیا[3]۔

(۱) بلاذری، فتوح البلدان ص ۵۱۳۔

(۲) بخاری نیز ابوداؤد نیز تاریخ طبری ص ۱۴۶۰ ۳؁ھ کے واقعات۔

(۳) سنن دار قطنی، ابوداؤد، طبرانی، دارمی، کنزالعمال وغیرہ میں اس کا متن ہے۔

سنن ابوداؤد کتاب الزکوۃ اور ترمذی کتاب الزکوۃ میں عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ نے زکوۃ کی کتاب لکھی مگر آپ ان کو اپنے عاملوں کو بھیجنے نہ پائے تھے کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ نے اس کو اپنی تلوار سے لگا رکھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ وفات پائی پھر حضرت عمرؓ نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ وفات پائی"۔

اسی ابوداؤد میں "ابن شہاب زہری (۵۱؁ھ۔۱۲۵؁ھ) کہتے ہیں کہ میں نے اس تحریر کو پڑھا اور وہ حضرت عمرؓ کی اولاد کے پاس تھی اور عمر بن عبدالعزیزؒ (المتوفی ۱۰۱؁ھ) نے اس تحریر کی نقل کروائی۔

ان مثالوں کے دینے سے غرض صرف یہ ہے کہ اس طرح کی حدیثیں یعنی سیاسی دستاویزیں جو عہد نبوی سے تعلق رکھتی ہیں تحریری ہی ہو سکتی ہیں کیونکہ اس کے بغیر ان کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ خطوط پر ثبت کرنے کے لئے آں حضرت کا ایک مہر تیار کرانا بھی معروف واقعہ[1] ہے ایسی دستاویزوں یعنی تحریری حدیثوں کو اکٹھا کرنے کی کوششوں کا آغاز عہد صحابہ ہی میں شروع ہوا، جیسا کہ آگے بیان ہو گا۔ اس عاصی پر معاصی نے بھی اس سعادت کے حصول کی بساط بھر کوشش کی اور اگلوں پچھلوں کی کوششوں کو یکجا کر کے "الوثائق السیاسیة فی العهد النبوی والخلافة الراشدة" مصر میں شائع کی۔ اس میں خاص عہد نبوی کی دو سو سے زائد دستاویزیں ہیں۔

حضرت عمرؓ نے زکوۃ سے متعلق جو تحریر لکھی تھی وہ امام مالک (المتوفی ۱۷۹؁ھ) کی کتاب موطا کتاب الزکوۃ میں محفوظ ہے اور خود مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے حضرت عمرؓ کی کتاب صدقہ کو پڑھا۔"

(۱) کتانی ۱/۱۷۷ (بحوالہ بخاری، ترمذی وغیرہ) صحیح بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ "جس وقت رسول کریم ﷺ نے شاہ روم (دوسری روایت میں عجم کے لوگوں) کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ صرف مہر شدہ مکتوب ہی پڑھتے ہیں، چنانچہ رسالت مآب نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں اس کی سفیدی گویا اب بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں اور اس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا اور اس انگوٹھی کا نگینہ حبشی عقیق تھا" (بخاری ج ۴ ۲ کتاب اللباس، نیز مسلم، کتاب اللباس)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ "جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے مصدق بنا کر بھیجا اور زکوۃ کے مسئلے لکھ دیئے اور اس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا۔ محمد ایک سطر میں، رسول ایک سطر میں اور اللہ ایک سطر میں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آں حضرت کی انگشتری آپ کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت ابو بکرؓ کے اور پھر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں اور پھر جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو وہ آریس کے کنوئیں پر بیٹھے تھے اور انگشتری کو ہاتھ سے نکالتے کبھی پہنتے کہ ناگاہ وہ کنوئیں میں گر پڑی۔ انسؓ کہتے ہیں کہ تین دن تک ہم لوگ حضرت عثمانؓ کے ساتھ اس انگوٹھی کو تلاش کرتے رہے کنوئیں کا سارا پانی نکلوا ڈالا لیکن انگوٹھی نہ نکلی۔"

(بخاری ج ۴ ۲ کتاب اللباس)

اس کتاب کا نیا ایڈیشن زیر طبع ہے۔ اس میں عہد نبوی کے مزید چالیس ایک معاہدے جو بعد میں ملے، اضافہ کئے گئے ہیں۔

کتابت کی بعض اتفاقی صورتیں:

صحیح بخاری[۱] وغیرہ[۲] نے روایت کی ہے کہ ۸ھ میں فتح مکہ پر آں حضرت ﷺ نے حقوق انسانی وغیرہ اہم مسائل پر خطبہ دیا۔ ایک یمنی شخص ابو شاہ وہاں حاضر تھا۔ اس نے درخواست کی، یا رسول اللہ مجھے یہ لکھ دیجئے۔ آں حضرت ﷺ نے حسبِ حکم دیا کہ وہ خطبہ اسے قلم بند کر دیا جائے (اُکْتُبُوْهُ لِأَبِیْ شَاه)

عتبان بن مالک انصاری کے متعلق روایت ہے کہ انہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے کسی خطبے کی ایک بات بڑی پیاری معلوم ہوئی۔ اس پر یاد داشت کے لئے انہوں نے اسے لکھ لیا[۳]۔

عہد نبوی میں اہتمام کے ساتھ حدیث کی تدوین:

اگرچہ ایسی روایتیں نایاب نہیں کہ آں حضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کو قرآن کے سوا آپ سے سنی ہوئی کسی چیز کے لکھنے کی ممانعت فرمائی ہو[۴] جس پر لکھی ہوئی چیزیں میٹ دی گئیں بلکہ ایک مرتبہ تو کہتے ہیں کہ خاصی بڑی تعداد میں جلا دی بھی

(۱) صحیح بخاری ج ۱، ۲۲، باب کتابۃ العلم۔

(۲) سنن ابی داؤد باب کتاب العلم۔ ترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ۔

(۳) ڈاکٹر زبیر صدیقی کا مقالہ روئیداد اجلاس اول ادارہ معارف اسلامیہ لاہور (صفحہ ۶۳ تا ۷۱) بعنوان:

(Ahadith were Recorded during the lifetime of Muhammad)

(۴) مثلاً ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی کراهیۃ کتابۃ العلم۔ نیز خطیب بغدادی کی کتاب تقیید العلم میں تفصیلی بحث۔ یہ کتاب اب چھپ گئی ہے۔

گئیں[۱] لیکن غور سے چھان بین کرنے پر نظر آتا ہے کہ اس کا تعلق یا تو ابتداء اسلام سے تھا یا ایسے لوگوں کے متعلق جو تازہ مسلمان ہوئے تھے اور قرآن و حدیث میں فرق نہ کر سکتے تھے۔ جنہیں قرآن خوب یاد ہو گیا اور جن کی صلاحیتوں سے اطمینان تھا تو آں حضرت ﷺ نے انہیں حدیث لکھنے کی نہ صرف خوشی سے اجازت دی بلکہ ترغیب بھی دی۔ ذیل کے واقعات سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

(الف) ترمذی[۲] کی روایت ہے کسی انصاری صحابی نے ایک دن آں حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی اور کہا کہ ہر روز وعظ و تذکیر میں آپ جو اہم اور کار آمد باتیں فرماتے ہیں وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہتیں۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: "اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو۔" (یعنی لکھ لیا کرو) انہوں نے اس اجازت سے فائدہ اٹھایا ہو گا لیکن مزید تفصیلیں معلوم نہیں۔

(ب) ایک مماثل واقعہ عبداللہ بن عمرو بن العاص القرشیؓ کے متعلق مروی ہے[۳]۔ یہ آں حضرت ﷺ کی اجازت سے ملفوظات نبوی لکھ لیا کرتے تھے تاکہ انہیں یاد رکھ لیں۔ لوگوں نے انہیں منع کیا کہ رسول اللہ ایک بشر ہیں کبھی خوشی اور کبھی خفگی کی حالت میں ہوتے ہیں اس لئے بلا امتیاز آپ کی ہر بات کو لکھ لینا مناسب نہیں۔ بات معقول تھی اس لئے رسول اللہ کے پاس آئے اور پوچھا "کیا جو بھی آپ سے سنوں اسے لکھ سکتا ہوں؟" آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں۔ مزید اطمینان کے لئے

(۱) مسند احمد ابن حنبل جلد سوم ص ۱۲ تا ۱۳ سطر (۳۱) و مابعد۔

(۲) ترمذی: ابواب العلم باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ۔

(۳) ترمذی حوالہ بالا نیز سنن ابی داؤد کتاب العلم، مسند ابن حنبل (طبع جدید) احادیث نمبر ۶۵۱۰، ۶۸۰۲، ۶۹۳۰، ۷۰۱۸، ۷۰۲۰، نیز ابن سعد، ابن عبد البر سنن ابی داؤد میں (کتاب العلم) وغیرہ۔